

جناب آسی نے اس سلسلے میں فارسی کا ایک شعر نقل کیا ہے :

گفتی کہ بہ خواب اندر تسکین و سہت امشب

اما تو کجا آئی، چوں خواب نمی آید

(اے محبوب! تو نے کہا کہ میں آج رات سونے میں آکر تجھے تسکین دوں گا،

لیکن نیند ہی نہیں آتی تو تیرے آنے کی اُمید کیا ہو سکتی ہے)

بلاشبہ یہ شعر ایک حد تک مرزا کے شعر سے ملتا جلتا ہے، لیکن دونوں شعروں

میں جو فرق ہے، وہ طویل تشریح کا محتاج نہیں۔ فارسی کے شعر میں اول محبوب کی

زبان سے کہا گیا ہے کہ وہ خواب میں آکر تسکین دے گا، مگر یہ بالکل غیر طبعی ہے۔

محبوب اتنا مہربان کبھی نہیں ہو سکتا۔ دوم نیند نہ آنے کی کوئی واضح یا غیر واضح

وجہ بیان نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس مرزا کا شعر بالکل طبعی ہے۔ یعنی محبوب سے

خواب میں آنے کی مہربانی کا امکان یا اُمید تو ہو سکتی ہے، لیکن دل کا اضطراب سونے

ہی نہیں دیتا۔

اصل مضمون کسی کا بھی ہو، اسے پیش کرنے کی صحیح صورت وہی ہوتی، جو مرزا

نے اختیار کی۔ یہی غالب مرحوم کی دقیقہ سنجی کا کمال اور قادر الکلامی کا رتبہ بلند ہے۔

مولانا طباطبائی فرماتے ہیں :

”پہلے مصرع میں لفظ ”تو“ امکان کے معنی دیتا ہے، یعنی اس کا خواب میں

آنا ممکن ہے۔ دوسرے مصرع میں خواب کو مہتمم بالشان کرنے کے

لیے ”تو“ استعمال کیا گیا۔ یعنی خواب ہی کا آنا بڑی چیز ہے۔“

۲۔ لغات۔ آب : اس کے دو معنی ہیں، اول پانی، جس کا اظہار در

دینے میں ہوا، دوم تلوار کی جلا، آب و تاب اور باڑھ۔

شرح : اے محبوب! چھڑ چھاڑ اور شکوہ آمیز طریق پر اظہارِ آرزو

میں تیرا ددینا مجھے مارے ڈالتا ہے۔ دنیا میں جتنے حسین ہیں، وہ اور کمرہ ستموں میں

کتنا ہی کمال پیدا کر لیں، لیکن تیری طرح نگاہ کی تلوار کو جلا اور آب و تاب دینا